

تین مدارس فکر

از جناب محمد زبیر صاحب ایم۔ اے

صلاح و فساد کی بحث کے بعد ہماری راہ سفر جس گھاٹی میں پہنچ گئی ہے وہ کانٹ (Kant) کے عقائد سے مرتب ہے۔ اس مرحلہ پر ہمیں اسکے پیچ و خم سے گزرنا ہے۔ ذیل کے تین مدارس فکر اب ہمارا سامنہ ہیں۔

۱- ہوبز (Hobbes) اپیکیورس (Epicurus) اور افادیت کے علمبردار۔

۲- کانٹ اور اسکے ہم خیال غکیرین فرشتے (fichte) وغیرہ۔

۳- شلائیر میچر (Schleiermacher) اور جینیٹ (Janet)

ان حکما کو اگر کسی ایک مجلس میں بلایا جاسکتا تو انکی بحث کچھ اس نوعیت کی ہوتی:

اپیکیورس اور ہوبز:۔ زیادہ سے زیادہ خوشی کو کم سے کم تکلیف کے ساتھ حاصل کرنا زندگی کا مقصد ہے۔

کانٹ:۔ حصول مسرت کے لیے جینا یا تو رہبانیت یا بربریت۔ نیکی یا اچھائی کا جینا نہیں۔

اپیکیورس:۔ انسان کے اخلاق کی جڑیں اسکی اپنی فطرت میں ہیں۔ انسان فطرۃً خوشی کو تلاش

کرتا اور غم سے بھاگتا ہے۔ انسان کو اپنے اندر کی روشنی سے چلنا ہے۔ گزشتہ اشاعت میں اسکی تفصیلاً

گزر چکی ہیں)

کانٹ:۔ انسان کی فطرت اُسے تاریکیوں کی جانب بٹے جائیگی۔ اُسے اس پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔

جبلائی اور برائی مانیکی اور بدی کا ایک ضابطہ (Law) خارج میں موجود ہے (معروضیت)۔ یہ فرد

کے روئے قبول سے بالاتر ہے۔ ہر فرد بشر کے لیے ثابت و قائم ہے۔ ہر ایک کے جذبات سے بے نیاز ہے۔ اسی پر پورا اترا سمجلائی ہے، خواہ سرج اٹھانا اور دکھ سہنا پڑے۔ انسان کے لیے یہ فرائض ایک عالمگیر شکل رکھتے ہیں۔

تمہیں مسرت طلبی کے طوفانی جذبات نے بلایا ہے۔ اسپیکورس کا مشورہ یہ ہے کہ خوشی کے تقاضا میں دوڑ جاؤ۔ کانٹ نے طاق سے دستور کو اتار کر اسکے اور لٹے اور پڑھا: زانا نہ کر۔ چوری نہ کر۔ شراب نہ پی۔ تم نے پوچھا: کیوں؟ کانٹ نے کہا: اس لیے کہ ضابطہ یہی کہتا ہے۔ یہ بنانا یا موجود ہے۔ تم نے چھڑی ہاتھ سے رکھ دی۔ بیٹھے گئے اور پوچھا اس کی مصنف کون ہے؟ میری زندگی کے لیے ضابطہ بنانے کا اقتدار اسے کس بنیاد پر حاصل ہوا؟ میں کیوں اپنی ایک خواہش پوری نہ کروں؟ میں کیوں اس طوفانی رات میں مجبور ہوں کہ ایسے عہد کے لیے سمندر کی موجوں سے ٹکرا جاؤں؟

کانٹ جو اب دیتا ہے:۔ بس! یہ مفروضہ ہے۔ معروف عام اور عالمگیر ہے۔ اسکے مظاہر سے اس کا وجود ثابت ہے اور وہ سب اس کی عالمگیری میں ہیں۔ اس کی اطاعت لازمی اور ناگزیر ہے۔ اخلاق کی نگاہ سے نیک یا پسندیدہ افعال صرف وہ ہیں جو اس کی ناگزیریت (Obligation) کے پیش نظر وجود میں آئیں۔ اخلاق کا حکم یہی ہے اور تمہیں ایسا ہی کرنا ہوگا۔ انجام کی تلقین ان اخلاقی بلندیوں کے حصول کی خاطر تمہیں گوارا کرنی ہوگی۔ یہ ایک عالمگیر قانون اخلاق ہے۔ اسکے عواقب سے بے نیاز ہو کر اس کی فرمانبرداری خود اسکے اپنے لیے شرط اخلاق ہے۔ یہ سود مندوں کی تلاش اور منافع کی آرزو سے بالاتر ہے۔ اس ضابطہ کی اطاعت انسانیت کا فرض اولین ہے۔ نیکی صرف وہ ہے جو اس فرض انسانی یا ضابطہ میں ہو۔ یہ کہنا کہ فلاں فعل نیک ہے، ایسے ضابطہ میں ہے، غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ فلاں فعل ضابطہ میں ہے ایسے نیک ہے۔

خالص نیک چیز اس دنیا میں صرف نیک ارادہ ہے۔ دنیا کی ہر شے اضافی قدر و قیمت رکھتی ہے۔ اس کا اچھا استعمال ہو تو وہ اچھی ہے برا ہو تو بری۔ مگر نیک ارادہ اس اصول سے مستغنی ہے وہ بہر حال نیک ہے۔

یہ نیک ارادہ تجزیہ کرو تو اس سے زیادہ نہیں کہ فرض انسانی (duty) کو ادا کرنے یا ضابطہ (Law of duty) حیات پر پورا اترنے کی ایک آرزو ہے۔ یعنی ارادہ نیک جب ہوتا ہے جبکہ ہم فرض انسانی یا ضابطہ حیات کو اپنے اوپر جاری کرنا چاہیں۔ مرکزی چیز فرضیت ہے۔

ادائے فرض سے پہلے عامل کے لیے دو شرائط ہیں۔ ایک سلبی۔ دوسری ایجابی۔

سلبی شرط یہ ہے کہ وہ رسماً و عادتاً ادا نہ ہو۔

ایجابی یہ کہ وہ احساس فرض کے ساتھ ادا ہو۔

ارادہ میں احساس فرض آیا تو وہ نیک ہو گیا۔ وہ نیک ہے تو انجام کی نیاز مندی باقی نہیں رہتی انجام بد ہو جب بھی ہم مجرم نہیں۔ تم نے پورے احساس کے ساتھ مرنے والے کی سوکھی ہوئی زبان پر بانی ٹپکایا اور وہ باتیں کرنے لگا۔ تم نے فرط محبت اُسے اٹھایا مگر اس کی ٹوٹی ہوئی ریڑھ کی ہڈی دوہری ہو گئی۔ وہ ورد سے کراہا اور اُس نے دم توڑ دیا۔ تم اپنی لغزش پر کانپ اٹھے۔ مریض کو تم نے میچ دوادی مگر وہ زہر ثابت ہوئی۔ اس معاملہ میں چونکہ ارادہ نیک تھا اسی لیے یہ افعال نتائج و عواقب کے حسن و قبح سے بے نیاز ہیں۔ نیکی کی بنیاد احساس فرض پر ہے۔ احساس فرض نیکی پر مبنی نہیں۔ بنیاد احساس فرض ہے نہ کہ نیکی۔

ان تشریحات سے اگر ہم ریاضی کے اصول پر ایک مساوات قائم کرنا چاہیں تو وہ حسب ذیل ہوگی:

فرض انسانی کا احساس + ارادہ جو نفع و ضرر کی امید و بیم سے پاک ہو = نیکی

تغافل + ارادہ = ہدی

عادتاً ہدی کچھ کرتے جانا جو کبھی احساس فرض سے کیا تھا = بارگاہ اخلاق میں ہدی (اگرچہ

قانون کی نگاہ میں یہ غیر وقیح نہیں)

جینٹ اور اسکے ہم نوا۔ اس سے تو یہ نتیجہ نکلا کہ بذات خود نیک اور بد کوئی چیز نہیں۔ یعنی خدا

شیطن سے بہتر نہیں۔ صداقت، انصاف، وفا شعاری، حسن کلام، صناعتی، جمال۔ یہ سب بیان نہ ہوں۔ کائنات۔۔۔ خوبی و قسم کی ہوتی ہے۔ فطری خوبی اور اخلاقی خوبی۔ فطری خوبی وہ ہے جو ہم میں محض اعتراف کا جذبہ پیدا کر دیتی ہے۔ اخلاقی خوبی کے لیے فرض انسانی کا احساس اور بے لوث ارادہ لازم ہیں۔ فطری نیکی تو ایک قسم کی عیش پرستی ہے۔ اس لیے اسکی جانب ہمیں ملتفت نہیں ہونا چاہیے۔ یہ جذبات کی غلامی یا ایکسپویریت ہے۔

جینٹ۔۔۔ صرف اسی ایک جرم سے کہ فطری نیکی ہمارے جذبات میں سرور اور ٹھنڈک پیدا کرتی ہے ہم اُسے جذبات کی غلامی کہہ کر رانگ نہیں ہونا چاہیے حسن کلام، صناعتی، سانس ہماری روح میں کوز ہیں۔ اور جذبات عیش کو بھی متاثر نہیں کرتے۔ تو پھر انکو کیا نام دیا جائیگا؟ یہ مانا کہ ان کا اچھا یا برا استعمال انہیں اخلاقی نیکی یا بدی میں شامل کر دے سکتا ہے۔ مگر استعمال سے قبل انہیں کیا کہو گے؟ حسن، شجاعت، حاضر جوابی خود اپنے آپ میں بنیادی بھلائیاں ہیں۔ اخلاقی بھلائیاں ان بنیادی بھلائیکو اچھے استعمال سے پیدا ہوتی ہیں۔ اخلاقی بھلائیکو پر عمل پیرا ہونے سے ایک سیرت نمودار ہوتی ہے اور وہ روح کی اصلی نیکیوں مثلاً قوت، وجاہت، صفا، باطن اور خلوص کی تنفیذی شکل کے سوا کچھ نہیں۔ کائنات کا یہ کہنا کہ نیک ارادہ کے سوا کوئی دوسری شے نیک نہیں اخلاق کو خصوصیت کا رنگ دینا ہے۔ ایکسپویرس کی سند پر بیٹھا ہے۔ اس کا یہ کہنا تو بجا ہے کہ نیک ارادہ اخلاقی بھلائی ہے۔ مگر صرف اسی قدر کہنا درست ہے کیونکہ اسکے علاوہ بھی حقیقی یا اصلی نیکیاں ہیں۔ مثلاً ذہانت، اعزم، ضبط نفس، اقتصاد، اعتمادی و اعتمادی بذات خود روح کی نیکیاں ہیں۔ یعنی اخلاق کی بنیاد نیکی ہے۔ ضابطہ یا خرف انسانی کا صرف احساس نہیں۔ بلاشبہ نیک ارادہ یا نیت نہایت بلند مقام رکھتے ہیں۔ مگر اخلاق کے مبنائی اور بھی ہیں۔ مگر نہ ہوتے تو تہذیب و تعلیم کی ضرورت کبھی محسوس نہ ہوتی۔ ہر کوئی اپنے نیک ارادہ سے اپنی راہ کاٹتا اور بڑھتا جاتا۔ حالانکہ بہت سی راہیں ایسی ہیں کہ تم نے انہیں بہتر اور مفید سمجھ کر اختیار کیا مگر وہ تمہیں ہلاکت کی بنا

نے لگئیں۔ نیز اخلاقیات میں یہ اصولی طور پر موضوعیت (Subjectivity) کا قرار ہے۔
ایسکیوکس کو صحیح کہنا ہے۔ اخلاق کو معروضیت (Objectivity) سے نیچے کھینچ لانا ہے۔
حالانکہ ایسکیوکس سے ہمارے اختلافات کا نقطہ آغاز ہی یہ تھا کہ اس نے اخلاق کو ایک موضوعی انتخاب سمجھا
اور ہم نے اسکی خارج میں ایک مستقل شکل دیکھی۔

کانٹ کی نگاہ میں نیکی کی بنیاد مضابطہ پر ہے۔ مگر مضابطہ کا مصنف معلوم نہیں۔ بس مضابطہ فرض
انسانی ہے اور انسان کے اندر آفاق گیر بنیادوں پر معروف و معلوم ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو جب ایک
برائی عالمگیر بنیادوں پر رائج ہو جائے تو اُسے کیا کہو گے؟ کیا اُسے نیکی سمجھ لو گے؟ نیز یہ کہ کسی دستور
یا مضابطہ کو یہ خداوندی حقوق دے دینا کیوں صحیح تسلیم کر لیا جائے؟ انسان نے سیاسیات کے معرکوں
میں خون کی ندیاں بہا کر یہی وہ بعیرت ہے جسے حاصل کیا ہے۔ اُس نے دریافت کر لیا ہے کہ تخت کو
یا کسی مضابطہ اور قانون کو مطلقیت یا خداوندی حقوق دینا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

ایسکیوکس :- کانٹ ایک ایسے فرض انسانی کا قائل ہے جسکی مطلقیت کو وہ کسی استدلال کے
بغیر قبول کر لیتا ہے۔ اُسے کو راند قبول کر لینے کے لیے کہتا ہے۔ یہ کوری بصر کے سوا کچھ نہیں۔ انسانیت
کے اعزاز کے خلاف ہے۔ اسکے برعکس نموشی کی تلاش ہمارے لیے ایک وجدانی شے ہے۔ ہماری جہلت
ہے۔ خدا نے اپنے بانوں سے ہم میں پیدا کی ہے۔ اسے چھوڑ کر ہمیں کانٹ کی صدا ہے ایک اندھے قانون
کی جانب کیوں بلاتی ہیں؟

علمائے افادیت :- کانٹ کے دعویٰ میں تناقض ہے۔ وہ کہتا ہے ایفائے عہد اور مہر دئی
بنی نوع کا ہمیں ارادہ کرنا چاہیے مگر نہ احتیاج کے موافق پر ہم کسی دوسرے سے ابید نہیں رکھ سکتے۔
صاف طور پر یہ افادیت ہے۔ انجام یعنی ہے۔ اور وہ نہیں جسے کانٹ نے عالمگیر مضابطہ یا فرض انسانی
کہا تھا جسکے استبداد کے سامنے ہمیں وہ جھک جانے کے لیے کہتا ہے، جسکی سرکار میں استدلال کا گذر

ممکن نہیں یعنی خود اسکی اپنی نگاہ میں اخلاق کا موثوعی مقام ثابت ہے۔

جینٹ: کائنات کی اگر خامی فکر کو درست کر دیا جائے تو مسند کی صحیح شکل ہمارے آجائیگی۔ رہائی
تعبیر میں اگر کوئی کائنات کی مساوات اخلاق کو درست کرنا چاہے تو اُسے اُلٹ دینا چاہیے۔ یعنی فرض انسانی
کی بجائے ہمیں نیکی (Good) کو اخلاقِ فاضلہ کی بنیاد تسلیم کر لینا ہوگا۔ رہا یہ کہ فرض انسانی کو کیسے اور
کس اسپرٹ میں ادا کیا جائے؟ اس خصوص میں کائنات نے جو کہا ہے ہمیں اُس سے کلی اتفاق ہے۔

مساوات کی صحیح صورت: نیک افعال + ارادہ (عمل) = فرض انسانی

بد افعال + ارادہ (عمل) = تغافل

اپنے پورے مطالبات کے ساتھ یہ اخلاق کا معروضی نظریہ ہے۔ یعنی نیکی خارج میں موجود ہے۔ بعض افعال
خود نیک ہیں اور بعض بد۔ فرض انسانی یہ ہے کہ نیک کو اختیار کرے اور بد کو رد کرے۔

کائنات: کائنات ارضی میں "اخلاقی شخص" صرف انسان ہے۔ کیونکہ صرف یہی "اخلاقی عامل" (Moral

Creature) ہے۔ صرف اسکی دم سے یہ زمین کارگاہ و عزم و عمل ہے۔ باقی جو کچھ ہے اسکے لیے حصولِ مدعا کی
راہ میں ایک واسطہ (thing) ہے۔ کائنات کی ہر شے انسان کے لیے ہے۔ انسان ناقابلِ انفساخ ہے۔ یہ
مقصود کائنات ہے۔ کسی کو ایسے منوخ کر دینے کا حق نہیں۔ خود اسکو بہت حق حاصل نہیں کہ یہ اپنی ذات کا احترام
نظر انداز کر دے۔

شکایتیں میرج:۔ ضابطہ کا وہ تخیل جس پر نیکی کو معنی خیال کیا جائے، جسکی فرمانبرداری کی راہ میں استدلال کو روانہ
رکھا جائے، انسان کے مرتبہ کو نظر انداز کرتا ہے۔ اُسے "اخلاقی شخص" کی حیثیت سے نیچے کھینچتا ہے۔ اُسے قابلِ تہنیت
قرار دیتا ہے۔ اپنے اس حسین و جمیل تصور کی کائنات خود تنقیض کر رہا ہے۔ وہ اُلجھ گیا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ
نیکی بنیاد ہے۔ اسکو اختیار کرنا انسانی فرض ہے۔ اُسے مدح و ذم کی بیم ورجا سے ہالا ہو کر داکرنا لازم ہے۔
معروضیت کی یہ کامل تعبیر ہے۔